ہر وہ شخص جس کے سامنے کوئی منکر ہو رہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو یا اسکے روکنے کے اسباب پیدا کر سکتا ہو، اسکے ذمہ واجب ہے کہ اسکو روکے۔ اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی جبکہ وہ اپنی کوتاہی سے یا کسی مجبوری سے اس حق کو پورا نہیں کر رہے ہیں یا انسے پورا نہیں ہو رہا ہے تو ضروری ہے کہ ہر شخص کے ذمہ یہ فریضہ عائد ہو۔ قرآن و حدیث میں جسقدر اہتمام سے تبلیغ اور امر بالمعروف و النہی عن المنکر کو ارشاد فرمایا گیا ہے وہ ان آیات و احادیث سے ظاہر ہے جو آئندہ فصلوں میں آ رہی ہیں۔ ایسی حالت میں صرف علماء کے ذمہ رکھکر یا انکی کوتاہی بتا کر کوئی شخص بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ اسلئے میری علی العموم درخواست ہے کہ ہر مسلمان کو اسوقت تبلیغ میں کچھ نہ کچھ حصہ لینا چاہیئے اور جسقدر وقت بھی دین کی تبلیغ اور حفاظت میں خرچ کر سکتا ہو کرنا چاہیئے ۵

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار ۔ کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

یہ بھی معلوم کر لینا ضروری ہے کہ تبلیغ کے لئے یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیلئے پورا کامل مکمل عالم ہونا ضروری نہیں۔ ہر وہ شخص جو کوئی مسئلہ جانتا ہو اسکو دوسروں تک پہنچائے جب اس کے سامنے کوئی ناجائز امر کیا جا رہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو تو اس کا روکنا اسپر واجب ہے اس رسالہ میں مختصر طور پر سات فصلیں ذکر کی ہیں +

فصل اول

میں تبرکاً اللہ پاک کی بابرکت کلام میں سے چند آیات کا ترجمہ جن میں تبلیغ و امر بالمعروف کی تاکید و ترغیب فرمائی ہے پیش کرتا ہوں جس سے اسکا اندازہ ہو سکتا ہے کہ خود حق سبحانہ و تقدس کو اسکا کتنا اہتمام ہے کہ جسکے لئے بار بار مختلف عنوانوں سے اپنے پاک کلام میں اسکا اعادہ کیا ہے۔ تقریباً ساٹھ آیات تو میری کوتاہ نظر سے اس کی ترغیب اور توصیف میں گذر چکی ہیں۔ اگر کوئی دقیق النظر غور سے دیکھے تو نہ معلوم کسقدر آیات معلوم ہوں۔ چونکہ ان سب آیات کا اس جگہ جمع کرنا طول کا سبب ہوگا اسلئے چند آیات ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) قَالَ اللّٰہُ عَزَّ اسْمُہٗ۔ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ ترجمہ:۔ اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کیطرف بلائے۔ اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں (بیان القرآن)

مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو بلاوے وہ اس بشارت اور تعریف کا

مستحق ہے خواہ کسی طریق سے بلائے۔ مثلاً انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام معجزہ وغیرہ سے بلاتے ہیں اور علما دلائل سے، مجاہدین تلوار سے، اور موذنین اذان سے۔ غرض جو بھی کسی شخص کو دعوۃ الی الخیر کرے وہ اس میں داخل ہے خواہ اعمال ظاہرہ کی طرف بلائے یا اعمال باطنہ کی طرف جیسا کہ مشائخ صوفیہ معرفۃ اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ (خازن)

مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان ہونے کیساتھ تفاخر بھی ہو، اس کو اپنے لئے باعث عزت بھی سمجھتا ہو۔ اس اسلامی امتیاز کو تفاخر کے ساتھ ذکر بھی کرے۔ بعض مفسرین نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مقصد یہ ہے کہ اس وعظ نصیحت تبلیغ سے اپنے کو بہت بڑی ہستی نہ کہنے لگے بلکہ یہ کہے کہ عام مسلمین میں سے ایک مسلمان میں بھی ہوں۔

(۲) وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ **ترجمہ**:۔ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سمجھاتے رہئے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دیگا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے قرآن پاک کی آیات سنا کر نصیحت فرمانا مقصود ہے کہ وہ نفع رساں ہے مومنین کے لئے تو ظاہر ہے، کفار کے لئے بھی اس لحاظ سے کہ وہ انشاء اللہ اسکے ذریعہ سے مومنین میں داخل ہو جائینگے اور آیت کے مصداق میں شامل ہونگے۔ ہمارے اس زمانے میں وعظ و نصیحت کا راستہ تقریباً بند ہو گیا ہے۔ وعظ کا مقصد بالعموم شستگی تقریر بنگیا ہے تاکہ سننے والے تعریف کردیں۔ حالانکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جو شخص تقریر و بلاغت اسلئے سیکھے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو قیامت کے دن اسکی کوئی عبادت مقبول نہیں نہ فرض نہ نفل۔

(۳) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى **ترجمہ**:۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اسکے پابند رہئے۔ ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دینگے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔ روزی ۱۲

متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے، کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی کی تنگی معاش کے دفع فرمانے کا فکر ہوتا تو اسکو نماز کی تاکید فرماتے۔ اور آیت بالا کو تلاوت فرما کر گویا اس طرف اشارہ فرماتے کہ وسعت رزق کا وعدہ اہتمام نماز پر موقوف ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ میں نماز کے حکم کرنے کے ساتھ خود اسپر اہتمام کرنیکا حکم اسلئے ارشاد ہوا ہے کہ یہ انفع ہے کہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ جس چیز کا دوسروں کو حکم کیا جاوے خود بھی اسپر اہتمام کیا جاوے کہ اس سے دوسرں

اثر بھی زیادہ ہوتا ہے اور دوسروں کے اہتمام کا سبب بنتا ہے۔ اسی لئے ہدایت کے واسطے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ہے کہ وہ نمونہ بنکر سامنے ہوں تو عمل کرنیوالوں کو عمل کرنا سہل ہو اور یہ خدشہ نہ گذرے کہ فلاں حکم مشکل ہے اس پر عمل کیسے ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد رزق کے وعدہ کی مصلحت یہ ہے کہ نماز کا اپنے اوقات کیساتھ اہتمام بسا اوقات اسباب معیشت میں ظاہراً نقصان کا سبب معلوم ہوتا ہے بالخصوص تجارت، ملازمت وغیرہ میں اسلئے اس کو ساتھ کے ساتھ دفع فرما دیا کہ یہ ہمارے ذمہ ہے۔ یہ سب دنیاوی امور کے اعتبار سے ہے اس کے بعد بطور قاعدہ کلیہ اور امر بدیہی کے فرمایا کہ عاقبت تو ہے ہی متقیوں کے لئے اس میں کسی دوسرے کی شرکت ہی نہیں۔

(۴) یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ ترجمہ:۔ بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُری کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر۔ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے (بیان القرآن)

اس آیت شریفہ میں اہم بالشان امور کو ذکر فرمایا ہے اور حقیقۃً یہ امور اہم ہیں۔ تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہیں۔ مگر ہم لوگوں نے ان ہی چیزوں کو خاص طور سے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ امر بالمعروف کا تو ذکر ہی کیا کہ وہ تو تقریباً سب ہی کے نزدیک متروک ہے۔ نماز جو تمام عبادات میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے اور ایمان کے بعد سب سے مقدم اسی کا درجہ ہے اس کی طرف سے بھی کسقدر غفلت برتی جاتی ہے ان لوگوں کو چھوڑ کر جو بے نمازی کہلاتے ہیں خود نمازی لوگ بھی اس کا کامل اہتمام نہیں فرماتے بالخصوص جماعت جس کی طرف اقامۃ نماز سے اشارہ ہے صرف غرباء کیلئے رہ گئی امراء اور باعزت لوگوں کے لئے مسجد میں جانا گویا عار بنگیا ہے۔ فالی اللہ المشتکیٰ ؎ آنچہ عار است و فخر من است

(۵) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ ترجمہ:۔ اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلائے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور بُرے کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہونگے۔

حق سبحانہٗ و تقدس نے اس آیت شریفہ میں ایک اہم مضمون کا حکم فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ اُمت میں سے ایک جماعت اس کام کیلئے مخصوص ہو کہ وہ اسلام کی طرف لوگوں کو تبلیغ کیا کرے۔ یہ حکم مسلمانوں کیلئے تھا۔ مگر افسوس کہ اس اصل کو ہم لوگوں نے بالکلیہ ترک کر دیا ہے اور دوسری قوموں نے

نہایت اہتمام سے پکڑ لیا ہے۔ نصاریٰ کی مستقل جماعتیں دنیا میں تبلیغ کیلئے مخصوص ہیں اور اسی طرح دوسری اقوام میں اسکے لئے مخصوص کارکن موجود ہیں لیکن کیا مسلمانوں میں بھی کوئی جماعت ایسی ہے؟ اس کا جواب نفی میں نہیں تو اثبات میں بھی مشکل ہے۔ اگر کوئی جماعت یا کوئی فرد اس کیلئے اٹھتا بھی ہے تو اس وجہ سے کہ بجائے اعانت کے اس پر اعتراضات کی اسقدر بھرمار ہوتی ہے کہ وہ آج نہیں تو کل تھک کر بیٹھ جاتا ہے۔ حالانکہ خیر خواہی کا مقتضا یہ تھا کہ اسکی مدد کی جاتی اور کوتاہیوں کی اصلاح کی جاتی۔ نہ یہ کہ خود کوئی کام نہ کیا جاوے اور کام کرنے والوں کو اعتراضات کا نشانہ بنا کر اُن کو کام کرنے سے گویا روک دیا جاوے۔

(۲) كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔ ترجمہ: تم بہترین اُمت ہو کہ لوگوں کے (نفع رسانی کے) لئے تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو۔ اور بُرے کام سے منع کرتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو (بیان القرآن) ترجمہ

مسلمانوں کا اشرف الناس اور اُمتِ محمدیہ کا اشرف الامم ہونا متعدد احادیث میں تصریحاً وارد ہوا ہے۔ قرآن پاک کی آیات میں بھی کئی جگہ اس مضمون کو صراحۃً و اشارۃً بیان فرمایا گیا ہے اس آیت شریفہ میں بھی خیر امۃ کا اطلاق فرمایا گیا ہے اور اسکے ساتھ ہی اسکی علت کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ تم بہترین اُمت ہو۔ اسلئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیتِ شریفہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایمان سے بھی پہلے ذکر فرمایا۔ حالانکہ ایمان سب چیزوں کی اصل ہے اور بغیر ایمان کے کوئی خیر بھی معتبر نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان میں تو اور امم سابقہ بھی شریک تھیں۔ یہ خاص خصوصیت جسکی وجہ سے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متبعین سے اُمتِ محمدیہ کو تفوق ہے وہ یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جو اس اُمت کا تمغۂ امتیاز ہے۔ اور چونکہ بغیر ایمان کے کوئی عمل خیر معتبر نہیں اسلئے ساتھ ہی بطور قید کے اسکو بھی ذکر فرما دیا ورنہ اصل مقصود اس آیت شریفہ میں اسی کا ذکر فرمانا ہے۔ اور چونکہ وہی اس جگہ مقصود بالذکر ہے اسلئے اس کو مقدم فرمایا۔

اس اُمت کے لئے تمغۂ امتیاز ہونے کا مطالبہ یہی ہے کہ اسکا مخصوص اہتمام کیا جاوے ورنہ کہیں چلتے پھرتے تبلیغ کر دینا اس میں کافی نہیں۔ اس لئے کہ یہ امر پہلی امتوں میں بھی پایا جاتا تھا جسکو فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ وغیرہ آیات میں ذکر فرمایا ہے۔ امتیاز مخصوص اہتمام کا ہے کہ اس کو مستقل کام سمجھ کر دین کے اور کاموں کی طرح سے اس میں مشغول ہوں۔

(۷) لَاخَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰاھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ؕ

ترجمہ:- عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (وبرکت) نہیں ہوتی مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ صدقہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کردینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم وترغیب کیلئے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں اُنکے مشوروں میں البتہ خیر وبرکت ہے) اور جو شخص یہ کام (یعنی نیک اعمال کی ترغیب محض) اللہ کی رضا کیواسطے کریگا (نہ کہ لالچ یا شہرت کی غرض سے) اسکو ہم عنقریب اجر عظیم عطا فرمائینگے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے امر بالمعروف کرنے والوں کیلئے بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے اور جس اجر کو حق جل جلالہ بڑا فرماویں اس کی کیا انتہا ہوسکتی ہے۔

اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل کیا گیا ہے کہ آدمی کا ہر کلام اُسپر بار ہے مگر یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو یا اللہ کا ذکر ہو۔

دوسری احادیث میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کیا میں تمکو ایسی چیز نہ بتاؤں جو (نفل) نماز، روزہ صدقہ سب سے افضل ہو؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے حضور نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگوں میں مصالحت کرانا کیونکہ آپس کا بگاڑ نیکیوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسا کہ اُسترہ بالوں کو اُڑا دیتا ہے۔" اور بھی بہت سی نصوص میں لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اس جگہ اسکا ذکر مقصود نہیں۔ اس جگہ اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ امر بالمعروف میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں میں مصالحت کی صورت جس طریقہ سے بھی پیدا ہو سکے اسکا بھی ضرور اہتمام کیا جائے۔

فصل ثانی

اُن احادیث میں سے بعض کا ترجمہ ہے جو مضمون بالا کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ تمام احادیث کا نہ احاطہ مقصود ہے نہ ہو سکتا ہے۔ نیز اگر کچھ زیادہ مقدار میں آیات و احادیث جمع بھی کیجائیں تو ڈر یہ ہے کہ دیکھیگا کون آجکل ایسے امور کیلئے کسی کو فرصت اور کسکے پاس وقت ہے۔ اسلئے مختصر یہ امر دکھلانے کیلئے اور آپ حضرات تک پہنچا دینے کیلئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسقدر اہمیت کیساتھ اسکی تاکید فرمائی ہے اور نہ ہونیکی صورت میں کسقدر سخت وعید اور دھمکی فرمائی ہے چند احادیث ذکر کیجاتی ہیں

(۱) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک

اضعف الایمان (رواہ مسلم والترمذی وابن ماجۃ والنسائی کذا فی الترغیب)
ترجمہ: نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اسپر قدرت ہے کہ اسکو ہاتھ سے بندکردے تو اسکو بند کردے۔ اگر اتنی مقدرت نہ ہو تو زبان سے اسپر انکار کردے۔ اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسکو برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اگر اسکو زبان سے بند کرنے کی طاقت ہو تو بند کردے ورنہ دل سے اس کو برا سمجھے کہ اس صورت میں بھی وہ بری الذمہ ہے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص دل سے بھی اسکو برا سمجھے تو وہ بھی مؤمن ہے مگر اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں۔ اس مضمون کے متعلق کئی ارشادات نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مختلف احادیث میں نقل کئے گئے ہیں۔ اب اسکے ساتھ اس ارشاد کی تعمیل پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں کہ کتنے آدمی ہم میں سے ایسے ہیں کہ کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھکر ہاتھ سے روکدیتے ہیں یا فقط زبان سے اُسکی برائی اور ناجائز ہونیکا اظہار کردیتے ہیں۔ یا کم از کم اس ایمان کے ضعیف درجہ کے موافق دل ہی سے اُسکو برا سمجھتے ہیں۔ یا اس کام کو ہوتا ہوا دیکھنے سے دل تلملاتا ہو۔ تنہائی میں بیٹھکر ذرا تو غور کیجئے کہ کیا ہونا چاہئے تھا اور کیا ہو رہا ہے۔

(۳) عن النعمان بن بشیر رض قال مثل القائم فی حدود اللہ والواقع فیہا کمثل قوم استہموا علی سفینۃ فصار بعضہم اعلاہا وبعضہم اسفلہا فکان الذی فی اسفلہا اذا استقوا من الماء مروا علی من فوقہم فقالوا لو انا خرقنا فی نصیبنا خرقا ولم نؤذ من فوقنا فان ترکوہم وما ارادوا ہلکوا جمیعا وان اخذوا علی ایدیہم نجوا ونجوا جمیعا (رواہ البخاری والترمذی) ترجمہ: نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم ہے اور اس شخص کی جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا ہے اس قوم کی سی ہے جو ایک جہاز میں بیٹھی ہوں اور قرعہ سے (مثلاً) جہاز کی منزلیں مقرر ہوگئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر کے حصّے میں ہوں اور بعض لوگ نیچے (تحتی) کے حصّے میں ہوں۔ اب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ جہاز کے اوپر کے حصّہ پر آکر پانی لیتے ہیں اگر وہ یہ خیال کرکے کہ ہماری بار بار اوپر پانی کے لئے جانے سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسلئے ہم اپنے ہی حصّے میں یعنی جہاز کے نیچے کے حصّے میں ایک سوراخ سمندر میں کھول لیں جس سے پانی یہاں ہی ملتا رہے اور اوپر والوں کو ستانا نہ پڑے۔ ایسی صورت میں اگر اوپر والے ان احمقوں کی اس تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کرلینگے کہ وہ جانیں اُنکا کام ہمیں اُن سے کیا واسطہ

تو اس صورت میں وہ جہاز غرق ہو جائیگا اور دونوں فریق ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ ان کو روک دینگے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔

صحابہ کرام رض نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ہم لوگ ایسی حالت میں بھی تباہ و برباد ہو سکتے ہیں جبکہ ہم میں صلحاء اور متقی لوگ موجود ہوں؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہو جائے

اسوقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے ہر طرف گیت گائے جا رہے ہیں اور اس پر شور مچایا جا رہا ہے نئے نئے طریقے انکی اصلاح کیواسطے تجویز کئے جا رہے ہیں مگر کسی روشن خیال (تعلیم جدید کے شیدائی) کی تو کیا کسی تاریک خیال (مولوی صاحب) کی نظر بھی اس طرف نہیں جاتی ہے کہ حقیقی طبیب اور شفیق مربی نے کیا مرض تشخیص فرمایا اور کیا علاج بتلایا ہے۔ اور اس پر کسقدر عمل کیا جا رہا ہے کیا اس ظلم کی کچھ انتہا ہے کہ جو سبب مرض ہے جس سے مرض پیدا ہوا ہے وہی علاج تجویز کیا جا رہا ہے (کہ دین کی ترقی کیلئے دین و اسباب دین سے بے توجہی کی جا رہی ہے۔ اپنی ذاتی رایوں پر عمل کیا جا رہا ہے) تو یہ مریض کل کی جگہ آج ہلاک نہ ہوگا تو کیا ہوگا ؎

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جسکے سبب اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

(۳) عن ابن مسعود رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اول ما دخل النقص علی بنی اسرائیل انہ کان الرجل یلقی الرجل فیقول یا ھذا اتق اللہ ودع ما تصنع بہ فانہ لا یحل لک ثم یلقاہ من الغد وھو علی حالہ فلا یمنعہ ذلک ان یکون اکیلہ و شریبہ وقعیدہ فلما فعلوا ذلک ضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض ثم قال لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل الی قولہ فاسقون ثم قال کلا واللہ لتامرن بالمعروف و لتنھون عن المنکر ولتاخذن علی ید الظالم ولتاطرنہ علی الحق اطرا (رواہ ابوداؤد والترمذی کذا فی الترغیب)

ترجمہ: نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تنزل اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص کسی دوسرے سے ملتا اور کسی ناجائز بات کو کرتے ہوئے دیکھتا تو اسکو منع کرتا کہ دیکھ اللہ سے ڈر ایسا نہ کر لیکن اسکے نہ ماننے پر بھی وہ اپنے تعلقات کیوجہ سے کھانے پینے میں اور نشست و برخاست میں ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا کہ اس سے پہلے تھا جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالی نے بعضوں کے قلوب کو بعضوں کے ساتھ خلط کر دیا۔ (یعنی نافرمانوں کے قلوب جیسے تھے اُنکی نحوست سے فرمانبرداروں کے قلوب بھی ویسے ہی کر دیئے) پھر اسکی تائید میں کلام پاک کی آیتیں لعن الذین کفروا سے فاسقون

تک پڑھیں۔ اسکے بعد حضورؐ نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ظالم کو ظلم سے روکتے رہو، اور اس کو حق بات کی طرف کھینچکر لاتے رہو۔

دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حضورؐ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے جوش میں اٹھکر بیٹھ گئے اور قسم کھاکر فرمایا کہ تم نجات نہیں پاؤگے جب تک کہ انکو ظلم سے نہ روک دو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے قسم کھاکر فرمایا کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو۔ اور حق بات کی طرف کھینچکر لاتے رہو۔ ورنہ تمہارے قلوب بھی اسی طرح خلط کر دئے جائینگے جس طرح ان لوگوں کے کر دئے گئے۔ اور اسی طرح تم پر بھی لعنت ہوگی جسطرح اُن پر یعنی بنی اسرائیل پر لعنت ہوئی۔

قرآن پاک کی آیات تائید میں اسلئے پڑھیں کہ ان آیات شریفہ میں ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اور سبب لعنت منجملہ اور اسباب کے یہ بھی ہے کہ وہ منکرات سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے۔

آجکل یہ خوبی بھی سمجھی جاتی ہے کہ آدمی "صلح کل" رہے جس جگہ جاوے ویسی ہی کہنے لگے۔ اسی کو کمال اور وسعتِ اخلاق سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ علی الاطلاق غلط ہے۔ بلکہ جہاں امر بالمعروف وغیرہ قطعاً مفید نہ ہو ممکن ہے کہ صرف سکوت کی کچھ گنجائش نکل آوے (نہ کہ ہاں میں ہاں ملانے کی)، لیکن جہاں مفید ہو سکتا ہے مثلاً اپنی اولاد، اپنے ماتحت، اپنے دست نگر لوگوں میں وہاں کسی طرح بھی یہ سکوت کمالِ اخلاق نہیں بلکہ سکوت کرنے والا شرعاً و عرفاً خود مجرم ہے۔

سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کو محبوب ہو، اپنے بھائیوں میں محمود ہو۔ (اغلب یہ ہے) کہ وہ مداہن ہوگا۔

متعدد روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کوئی گناہ مخفی طور سے کیا جاتا ہے اسکی مضرت کرنیوالے ہی کو ہوتی ہے لیکن جب کوئی گناہ کھُلم کھُلا کیا جاتا ہے اور لوگ اسکے روکنے پر قادر ہیں اور پھر نہیں روکتے تو اسکی مضرت اور نقصان بھی عام ہوتا ہے۔

اب ہر شخص اپنی ہی حالت پر غور کرلے کہ کتنے معاصی اسکے علم میں ایسے کیے جاتے ہیں جنکو وہ روک سکتا ہے۔ اور پھر بے توجہی لاپرواہی، بے التفاتی سے کام لیتا ہے۔ اور اس سے بڑھکر ظلم یہ ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اسکو روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اسکی مخالفت کیجاتی ہے، اسکو کوتاہ نظر بتلایا جاتا ہے۔ اسکی اعانت کرنیکے بجائے اسکا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

(۳) عن جریر بن عبد اللہ رضؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من رجل

يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي يقدرون على ان يغيروا عليه ولا يغيرون الا اصابهم الله بعقاب قبل ان يموتوا رواه ابو داؤد وابن ماجة وابن حبان والاصبهاني وغيرهم كذا في الترغيب) **ترجمہ:** نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت و قوم باوجود قدرت کے اس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔

میرے مخلص بزرگو! اور ترقی اسلام و مسلمین کے خواہشمند دوستو! یہ ہیں مسلمانوں کی تباہی کے اسباب۔ اور روز افزوں بربادی کی وجوہ۔ ہر شخص اجنبیوں کو نہیں، برادروں کو نہیں، اپنے گھر کے لوگوں کو اپنے چھوٹوں کو، اپنی اولاد کو، اپنے ماتحتوں کو، ایک لمحہ اس نظر سے دیکھ لے کہ کتنے کھلے ہوئے معاصی میں وہ لوگ مبتلا ہیں۔ اور آپ حضرات اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے ان کو روکتے ہیں یا نہیں روکنے کو چھوڑیے، روکنے کا ارادہ بھی کر لیتے ہیں یا نہیں؟ یا آپ کے دل میں کسی وقت اسکا خطرہ بھی گذرجاتا ہے کہ یہ لاڈلا بیٹا کیا کر رہا ہے۔ اگر وہ حکومت کا کوئی جرم کرتا ہے، جرم بھی نہیں سیاسی مجالس میں شرکت ہی کر لیتا ہے تو آپ کو فکر ہوتی ہے کہ کہیں ہم نہ ملوث ہو جائیں۔ اسکو تنبیہ کیجاتی ہے اور اپنی صفائی اور تبری کی تدبیریں اختیار کیجاتی ہیں۔ مگر کہیں احکم الحاکمین کے مجرم کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا ہے جو معمولی حاکم عارضی کے مجرم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ پیارا بیٹا شطرنج کا شوقین ہے۔ تاش سے دل بہلاتا ہے۔ نماز کئی کئی وقت کی اڑا دیتا ہے۔ مگر افسوس کہ آپکے منہ سے کبھی حرف غلط کی طرح بھی یہ نہیں نکلتا کہ کیا کر رہے ہو یہ مسلمانوں کے کام نہیں ہیں، حالانکہ اسکے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دینے کے بھی مامور تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ایسے بہت سے لوگ ملیں گے کہ جو اپنے لڑکے سے اسلئے ناخوش ہیں کہ وہ عہدی ہے گھر پڑا رہتا ہے ملازمت کی سعی نہیں کرتا ہے۔ یا دکان کا کام تندہی سے نہیں کرتا ہے لیکن ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جو لڑکے سے اسلئے ناراض ہوں کہ وہ جماعت کی پرواہ نہیں کرتا، یا نماز قضا کر دیتا ہے۔

بزرگو اور دوستو! اگر صرف آخرت ہی کا وبال ہوتا تب بھی یہ امور اس قابل تھے کہ انسے کوسوں دور بھاگا جاتا۔ لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اس دنیا کی تباہی بھی جسکو ہم عملاً آخرت سے مقدم سمجھتے ہیں انہیں امور کی وجہ سے ہے۔ غور تو کیجیے اس اندھے پن کی کوئی حد بھی ہے مَن كان في هٰذه اعمىٰ فهو في الآخرة اعمىٰ حقیقی بات یہ ہے کہ ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم وعلى ابصارهم غشاوة کا پرتو ہے

(۵) روی عن انس رضی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتزال لا الٰہ الا اللہ تنفع من قالہا وترد عنہم العذاب والنقمۃ مالم یستخفوا بحقہا قالوا یا رسول اللہ وما الاستخفاف بحقہا قال یظہر العمل بمعاصی اللہ فلا ینکر ولا یغیر (رواہ الاصبہانی۔ ترغیب)

ترجمہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے کو ہمیشہ نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب و بلا کو دفع کرتا ہے جب تک کہ اسکے حقوق سے بے پرواہی اور استخفاف نہ کیا جائے صحابہ رضی نے عرض کیا کہ اسکے حقوق سے بے پرواہی و استخفاف کئے جانیکا کیا مطلب ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نافرمانیاں کھلی طور پر کیجائیں اور ان کے بند کرنیکی کوشش نہ کیجائے

اب آپ ہی ذرا انصاف سے فرمائیے کہ اس زمانے میں اللہ کی نافرمانیوں کی کوئی انتہاء کوئی حد ہے اور اسکے روکنے یا بند کرنیکی یا کم از کم تقلیل کی کوئی سعی کوئی کوشش ہے ہرگز نہیں۔ ایسے خطرناک ماحول میں مسلمانوں کا عالم میں موجود ہونا ہی اللہ تعالیٰ کا حقیقی انعام ہے۔ ورنہ ہم نے اپنی بربادی کیلئے کیا کچھ اسباب پیدا نہیں کرلئے ہیں۔

حضرت عائشہ رض نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا اللہ کا کوئی عذاب اگر زمین والوں پر نازل ہو اور وہاں کچھ دیندار لوگ بھی ہوں تو انکو بھی نقصان پہونچتا ہے حضور نے فرمایا کہ دنیا میں تو سب کو اثر پہنچتا ہے۔ مگر آخرت میں وہ لوگ گنہگاروں سے علیحدہ ہو جائینگے۔ اسلئے وہ حضرات جو اپنی دینداری پر مطمئن ہو کر دنیا سو یکسو ہو بیٹھے۔ اس سے بیفکر نہ رہیں کہ خدانخواستہ اگر منکرات کے اس شیوع پر کوئی بلا نازل ہو گئی تو انکو بھی اسکا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔

(۶) عن عائشۃ رض قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعرفت فی وجہہ ان قد حضرہ شئ فتوضأ وما کلم احدا فلصقت بالحجرۃ استمع ما یقول فقعد علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ وقال یا ایہا الناس ان اللہ تعالیٰ یقول لکم مروا بالمعروف وانہوا عن المنکر قبل ان تدعوا فلا اجیب لکم وتسألونی فلا اعطیکم وتستنصرونی فلا انصرکم فما زاد علیہن حتی نزل (رواہ ابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب) ترجمہ۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ نبی کرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دولتکدہ پر تشریف لائے تو میں نے چہرہ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے حضور نے کسی سے کچھ بات چیت نہیں فرمائی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لیگئے میں حجرہ کی دیوار سے لگ کر سننے کھڑی ہو گئی کہ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ حضور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا۔ دو لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعا مانگو اور وہ قبول نہ ہو
تم سوال کرو اور سوال پورا نہ کیا جائے۔ تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری
مدد نہ کروں" یہ کلمات طیبات حضور نے ارشاد فرمائے اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

اس مضمون پر وہ حضرات خصوصیت سے توجہ فرمائیں جو دشمن کے مقابلہ کیلئے امور دینیہ میں تسامح اور مداہنت پر زور دیتے ہیں کہ مسلمانوں کی اعانت اور امداد دین کی پختگی ہی میں مضمر ہے

حضرت ابو الدرداء رضؓ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مسلط کر دیگا جو تمہارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، تمہارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ اسوقت تمہارے برگزیدہ لوگ دعائیں کرینگے تو قبول نہ ہونگی۔ تم مدد چاہو گے تو مدد نہ ہوگی مغفرت مانگو گے تو مغفرت نہ ملے گی۔

خود حق جل جلالہ کا ارشاد ہے یا ایہا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم ترجمہ :- اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کریگا (اور دشمنوں کے مقابلہ میں) تمہارے قدم جما دیگا۔ (بیان القرآن)

دوسری جگہ ارشاد باری عز اسمہ ہے۔ ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم الآیۃ

ترجمہ :- اگر اللہ تعالیٰ شانہ تمہاری مدد کریں تو کوئی شخص تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہاری مدد نہ کرے تو پھر کون شخص ہے جو تمہاری مدد کرسکتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیئے

درمنثور میں بروایت ترمذی وغیرہ حضرت حذیفہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ جل جلالہ اپنا عذاب تم پر مسلط کر دینگے پھر تم دعا بھی مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔

یہاں پہونچکر میرے بزرگ اوّل یہ سوچ لیں کہ ہم لوگ اللہ کی کسقدر نافرمانیاں کرتے ہیں پھر معلوم ہوجائیگا کہ ہماری کوششیں بیکار کیوں جاتی ہیں؟ ہماری دعائیں بے اثر کیوں رہتی ہیں؟ ہم اپنی ترقی کے بجائے روز بروز تنزل کی طرف کیوں جا رہے ہیں

(۷) عن ابی ہریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا عظمت امتی الدنیا نزعت منہا ہیبۃ الاسلام واذا ترکت الامر بالمعروف والنہی عن المنکر حرمت برکۃ الوحی واذا تسابت امتی سقطت من عین اللہ (کذا فی الدر عن الحکیم الترمذی) ترجمہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری امت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگیگی تو اسلام کی ہیبت وقعت اسکے قلوب سے نکل جائیگی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہوجائیگی اور جب آپس میں گالی گلوچ

اختیار کریگی تو اللہ جل شانہ کی نگاہ سے گر جائے گی۔
اے بہی خواہان قوم! ترقی اسلام اور ترقی مسلمین کیلئے ہر شخص کوشاں اور ساعی ہے لیکن جو اسباب اس کے لئے اختیار کیئے جارہے ہیں وہ تنزل کی طرف لیجانیوالے ہیں۔ اگر درحقیقت تم اپنے رسول (روحی فداہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کو سچا رسول سمجھتے ہو، انکی تعلیم کو سچی تعلیم سمجھتے ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس چیز کو وہ سبب مرض بتا رہے ہیں جن چیزوں کو وہ بیماری کی جڑ فرما رہے ہیں وہی چیزیں تمہارے نزدیک سبب شفاء وصحت قرار دیجارہی ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "کوئی شخص اسوقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جبتک کے اسکی خواہش اس دین کے تابع نہ ہوجائے جسکو میں لیکر آیا ہوں" لیکن تمہاری رائے ہے کہ مذہب کی آڑ کو بیچ سے ہٹا دیا جائے تاکہ ہم بھی دیگر اقوام کی طرح ترقی کرسکیں اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے من کان یرید حرث الاٰخرۃ نزدلہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نوتہ منہا وما لہ فی الاٰخرۃ من نصیب۔ ترجمہ: جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہے ہم اسکی کھیتی میں ترقی دینگے۔ اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو کچھ دنیا دیدیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں (بیان القرآن)۔
حدیث میں آیا ہے کہ جو مسلمان آخرت کو اپنا نصب العین بنا لیتا ہے اللہ جل شانہ اسکے دل کو غنی فرما دیتے ہیں اور دنیا ذلیل ہوکر اسکے پاس آتی ہے۔ اور جو شخص دنیا کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور دنیا میں سے جتنا حصہ مقدر ہے بس اس سے زیادہ ملتا ہی نہیں۔
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت پاک کو تلاوت فرماکر ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ اے ابن آدم تو میری عبادت کیلئے فارغ ہوجا میں تیرے سینہ کو تفکرات سے خالی کردونگا اور تیرے فقر کو ہٹا دونگا۔ ورنہ تیرے دل میں (سینکڑوں طرح کے) مشاغل بھر دونگا اور تیرا فقر بند نہیں کرونگا۔
یہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کا ارشاد ہے اور تمہاری رائے ہے کہ مسلمان ترقی میں اسلئے پیچھے ہٹے ہوئے ہیں کہ جو راستہ ترقی کیلئے اختیار کیا جاتا ہے یہ ملانے اسمیں رکاوٹیں پیدا کردیتے ہیں۔ آپ ہی ذرا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ اگر یہ ملانے ایسے ہی لالچی ہیں تو آپ حضرات کی ترقیات ان کیلئے تو مسرت کا سبب ہونگی۔ کیونکہ جب انکی روزی آپکے زعم میں آپکے ذریعہ سے ہے تو جسقدر وسعت اور فتوحات آپ پر ہونگی وہ ان کیلئے بھی سبب وسعت اور فتوحات ہونگی۔ مگر یہ خود غرض پھر بھی آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو کوئی تو مجبوری انکو درپیش ہے جسکی وجہ سے یہ اپنے نفع کو بھی کھو رہے ہیں اور آپ جیسے محسن وسرپرستوں سے بگاڑ کر گویا اپنی دنیا خراب کیے ہیں میرے دوستو! ذرا غور تو کرو اگر یہ ملانے کوئی ایسی بات کہیں جو قرآن پاک میں بھی صاف طور سے موجود

ہو تو پھر تو اُن کی ضد سے اس سے مُنہ پھیرنا نہ صرف عقل ہی سے دُور ہے بلکہ شانِ اسلام سے بھی دُور ہے۔ یہ مُلّا نے خواہ کتنے ہی نااہل ہوں مگر جبکہ صریح ارشاد باری عز اسمہٗ اور ارشاد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم آپ تک پہنچا رہے ہوں تو آپ پران ارشادات کی تعمیل فرض ہے اور حکم عدولی کی صورت میں جرم ارتکاب ہی لازمی ہے۔ کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ سرکاری قانون کی اسلئے پیروی نہیں کی کہ سنانے والا بھنگی تھا۔

آپ حضرات یہ فرمائیں کہ یہ مولوی جو دینی کاموں کیلئے مخصوص ہونیکا دعوٰی کرتے ہیں ہمیشہ دُنیا سے سُوال کرتے ہیں اسلئے کہ میرا جہانتک خیال ہے حقیقی مولوی اپنی ذات کیلئے شاید ہی کبھی سوال کریں بلکہ جسقدر بھی وہ اللہ کی عبادت میں منہمک ہیں اسیقدر استغنا سے ہدیہ بھی قبول فرماتے ہیں، البتہ کسی دینی کام کیلئے سوال کرنے میں انشاء اللہ وہ اس سے زیادہ ماجور ہیں جتنا اپنے لئے سوال نہ کرنے میں۔

ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ دین محمدی علیہ الصلوٰۃ والسّلام میں رہبانیت کی تعلیم نہیں اسمیں دین و دنیا دونوں کو ساتھ رکھا گیا ہے ارشاد باری عز اسمہٗ ہے، ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اور اس آیت شریفہ پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ گویا تمام قرآن پاک میں عمل کیلئے یہی ایک آیت نازل ہوئی ہے۔ لیکن اوّل تو آیت شریفہ کی تفسیر راسخین فی العلم سے معلوم کرنے کی ضرورت تھی اور اسی وجہ سے علماء کا ارشاد ہے کہ صرف لفظی ترجمہ دیکھکر اپنے کو عالم قرآن سمجھ لینا جہالت ہے۔ صحابہ کرام رضؓ اور علماء تابعین رحؒ سے جو آیت شریفہ کی تفسیریں منقول ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

حضرت قتادہ رضؓ سے مروی ہے کہ دُنیا کی بھلائی سے مراد عافیت اور بقدر کفایت روزی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے کہ اس سے صالح بیوی مراد ہے حسن بصری رضؓ سے مروی ہے کہ اس سے مراد علم اور عبادت ہے سدی رحؒ سے منقول ہے کہ پاک مال مراد ہے حضرت ابن عمر رضؓ سے مروی ہے کہ نیک اولاد اور خلقت کی تعریف مراد ہے جعفر رحؒ سے منقول ہے کہ صحت اور روزی کا کافی ہونا اور اللہ پاک کے کلام کا سمجھنا دشمنوں پر فتح اور صالحین کی صحبت مراد ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر ہر قسم کی دُنیا کی ترقی مراد ہو جیسا کہ میرا بھی دل چاہتا ہے تب بھی اس میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کا ذکر ہے نہ کہ اسکی تحصیل میں انہماک و مشغولی کا۔ اور اللہ تعالیٰ سے مانگنا خواہ ٹوٹی ہوئی جوتے کی اصلاح ہی کیوں نہ ہو، یہ خود دین ہے۔ تیسرے یہ کہ دُنیا کے حاصل کرنیکے، اسکے کمانے کو کون منع کرتا ہے یقیناً حاصل کیجئے اور بہت شوق سے حاصل کیجئے۔ ہم لوگوں کی ہر گز یہ غرض نہیں ہے کہ خدانخواستہ آپ دنیا جیسی مغتنم و مقصود چیز کو چھوڑیں۔

مقصد یہ ہے کہ جتنی کوشش دُنیا کے لئے کریں اس سے زیادہ نہیں تو کم از کم اسکے برابر تو دین کیلئے کریں اسلئے کہ خود آپکے قول کے موافق دین اور دُنیا دونوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ ورنہ میں پوچھتا ہوں کہ

جس قرآنِ پاک میں یہ آیت ارشاد فرمائی ہے اسی کلام پاک کی وہ آیت بھی تو ہے جو اوپر گذر چکی من کان یرید حرث الاخرۃ نزد لہ فی حرثہ اور اسی کلام پاک میں یہ بھی ہے من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیہا ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا لہ جہنم یصلٰہا مذموما مدحورا ومن اراد الاخرۃ وسعی لہا سعیہا وھو مؤمن فاولئک کان سعیہم مشکورا پ۱۵ ع ۲۔ اسی کلام پاک میں ہے ذلک متاع الحیوۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المآب سورۂ آل عمران رکوع ۲۔ اسی کلام پاک میں ہے منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ پ۴ آل عمران۔ اسی کلام پاک میں ہے قل متاع الدنیا قلیل والاخرۃ خیر لمن اتقی پ۵۔ اسی کلام پاک میں ہے وما الحیوۃ الدنیا الا لعب ولہو وللدار الاخرۃ خیر للذین یتقون سورہ انعام۔ اسی کلام پاک میں ہے وذر الذین اتخذوا دینہم لعبا ولہوا وغرتہم الحیوۃ الدنیا سورہ انعام۔ اسی کلام پاک میں ہے تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ پ۱۰ اسی کلام پاک میں ہے ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل پ۱۰۔ اسی کلام پاک میں ہے من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتہا نوف الیہم اعمالہم فیہا وھم فیہا لا یبخسون اولئک الذین لیس لہم فی الاخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیہا وباطل ما کانوا یعملون پ۱۲۔ اسی کلام پاک میں ہے۔ وفرحوا بالحیوۃ الدنیا وما الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل پ۱۳ اسی کلام پاک میں ہے۔ فعلیہم غضب من اللہ ولہم عذاب عظیم ذلک بانہم استحبوا الحیوۃ الدنیا علی الاخرۃ پ۱۴۔

ان کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جن میں دنیا و آخرت کا تقابل کیا گیا ہے۔ اس وقت احصاء مقصود نہ ضرورت۔ نمونہ کے طور پر چند آیات اختصاراً لکھدی ہیں اور اختصار ہی کی وجہ سے ترجمہ کے بجائے پارہ کا حوالہ لکھدیا ہے کسی مترجم قرآن شریف سے ترجمہ دیکھ لیجئے مقصود سب کا یہ ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں جو لوگ دنیا کو ترجیح دیتے ہیں وہ نہایت خسران میں ہیں۔ اگر دونوں کو آپ نہیں سنبھال سکتے تو پھر صرف آخرت ہی قابل ترجیح ہے۔ مجھے انکار نہیں کہ دنیا کی زندگی میں آدمی ضروریات دنیویہ کا سخت محتاج ہے مگر اسی وجہ سے کہ آدمی کو بیت الخلا جانا لابد ہے اور اسکے بغیر چارہ نہیں۔ اس لئے دن بھر وہیں بیٹھا رہے، اس کو کوئی بھی عقل سلیم گوارا نہ کریگی۔

حکمتِ الٰہی پر ایک نگاہ عمیق ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ شریعتِ مطہرہ میں ایک ایک چیز کا انضباط ہے اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے ایک ایک چیز کو واضح فرما دیا۔ نمازوں کے اوقات کی تقسیم نے صاف طور سے اس جانب اشارہ کر دیا کہ روز و شب کے چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں نصف بندہ کا حق ہے چاہے وہ اس کو اپنی راحت میں خرچ کرے یا طلب معیشت

ہیں۔ اور نصف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور آپ کی تجویز کے موافق دین و دُنیا کے ساتھ ساتھ رکھنے کا مقتضیٰ بھی یہی ہونا چاہیئے۔ کہ روز و شب میں سے آدھا وقت دین کیلئے خرچ ہونا چاہیئے اور آدھا دُنیا کے لئے۔ ورنہ اگر دنیاوی مشاغل خواہ فکر معاش کے ہوں یا راحت بدن کے نصف سے بڑھ گئے تو یقیناً آپ نے دنیا کو راجح بنالیا پس آپ کی تجویز کے موافق بھی مقتضائے عدل یہی ہے کہ شب و روز کے ۲۴ گھنٹوں میں سے ۱۲ گھنٹے دین کیلئے خرچ کئے جاویں تاکہ دونوں کا حق ادا ہوجائے اور اسوقت یقیناً یہ کہنا بجا ہوگا کہ دُنیا و آخرت دونوں کی حسنات کی تحصیل کا حکم کیا گیا ہے۔ اور اسلام نے رہبانیت نہیں سکھائی۔ یہ مضمون اس جگہ مقصود نہ تھا بلکہ اشکال کے جواب میں تبعاً آگیا۔ اس لئے مختصر مجمل طور پر اشارہ کرکے چھوڑ دیا۔

اس فصل میں مقصود احادیث تبلیغ کا ذکر کرنا تھا ان میں سے سات احادیث پر اکتفا کرتا ہوں کہ ماننے والے کیلئے سات تو سات ایک بھی کافی ہے اور نہ ماننے والے کیلئے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون کافی سے زائد ہے۔

آخر میں ایک ضروری گذارش یہ بھی ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں جبکہ بخل کی اطاعت ہونے لگے اور خواہشات نفسانیہ کا اتباع کیا جائے۔ دُنیا کو دین پر ترجیح دیجائے۔ ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے۔ دوسرے کی نہ مانے۔ اُسوقت میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی اصلاح چھوڑ کر یکسوئی کا حکم فرمایا ہے مگر مشائخ کے نزدیک ابھی وہ وقت نہیں آیا اسلئے جو کچھ کرنا ہے کرلو۔ خدا نہ کرے کہ وہ وقت دیکھتی آنکھوں آن پہنچے کہ اسوقت کسی قسم کی اصلاح ممکن نہ ہوگی۔ نیز اُن عیوب سے جنکا ذکر اس حدیث شریف میں وارد ہوا ہے اہتمام سے بچنا ضروری ہے کہ یہ فتنوں کے دروازے ہیں۔ انکے بعد سراسر فتنے ہی فتنے ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں انکو ہلاک کردینے والی چیزوں میں شمار کیا ہے۔ اللھم احفظنا من الفتن ما ظھر منھا وما بطن۔

فصل ثالث

میں ایک خاص مضمون پر تنبیہ مقصود ہے وہ یہ کہ جس طرح اس زمانہ میں نفس تبلیغ میں کوتاہی ہو رہی ہے اور عام طور پر لوگ اس سے بہت زیادہ غافل ہو رہے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں میں ایک خاص مرض ہے کہ جب وہ کسی دینی منصب تقریر، تحریر، تعلیم، تبلیغ، وعظ وغیرہ پر مامور ہوجاتے ہیں تو دوسروں کی فکر میں ایسے مبتلا ہوجاتے ہیں کہ اپنے سے غفلت ہوجاتی ہے۔ حالانکہ جسقدر دوسروں کی اصلاح کی ضرورت ہے

اس سے بہت زیادہ اپنے نفس کی اصلاح کی احتیاج ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع میں بہت زیادہ اہتمام سے منع فرمایا ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرتا پھرے اور خود مبتلائے معاصی رہے آپ نے شب معراج میں ایک جماعت کو دیکھا جنکے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کترے جاتے تھے آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ تو حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ یہ لوگ آپ کی امت کے واعظ و مقرر ہیں کہ دوسروں کو نصیحت کرتے تھے خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ اہل جنت کے چند لوگ بعض اہل جہنم سے جا کر پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہونچ گئے ہم تو جنت میں تمہاری ہی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنیکی بدولت پہونچے ہیں وہ کہیں گے کہ ہم تم کو تو بتلاتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بدکار قرار (علماء) کی طرف عذاب جہنم زیادہ سرعت سے چلیگا۔ وہ اسپر تعجب کرینگے کہ بت پرستوں سے بھی پہلے انکو عذاب دیا جاتا ہے۔ تو جواب ملیگا کہ جاننے کے باوجود کسی جرم کا کرنا انجان ہو کر کرنے کی برابر نہیں ہو سکتا۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ اس شخص کا وعظ نافع نہیں ہوتا جو خود عامل نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر روز جلسے، وعظ، تقریریں ہوتی رہتی ہیں مگر ساری بے اثر مختلف انواع کی تحریرات و رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں مگر سب بے سود۔

خود اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے۔ اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون ترجمہ:۔ کیا تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو حالانکہ پڑھتے ہو کتاب کیا تم سمجھتے نہیں۔ (ترجمہ عاشقی)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ما تزال قدما عبد یوم القیمۃ حتی یسأل عن اربع عن عمرہ فیم افناہ وعن شبابہ فیم ابلاہ وعن مالہ من این اکتسبہ وفیم انفقہ وعن علمہ ماذا عمل فیہ ترغیب عن البیہقی وغیرہ ترجمہ:۔ قیامت میں آدمی قدم اسوقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے جبتک چار سوال نہ کرلیے جاویں عمر کس مشغلہ میں ختم کی جوانی کس کام میں خرچ کی۔ مال کس طرح کمایا تھا اور کس کس مصرف میں خرچ کیا تھا۔ اپنے علم پر کیا عمل کیا تھا۔

حضرت ابوالدرداء رضی جو ایک بڑے صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ اس امر کا خوف ہے کہ قیامت کے دن تمام مجمع کے سامنے مجھے پکار کر یہ سوال نہ کیا جاوے کہ جتنا علم حاصل کیا تھا اسپر کیا عمل کیا۔

خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابی نے دریافت کیا کہ بدترین خلائق کون شخص ہے آپ نے فرمایا

کہ بُرائی کے سوالات نہیں کیا کرتے بھلائی کی باتیں پوچھو۔ بدترین خلائق بدترین علماء ہیں۔
ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو صرف زبان پر ہو وہ اللہ تعالیٰ کا الزام ہے اور گویا اس عالم پر حجت تام ہے دوسرے وہ علم ہے جو دل پر اثر کرے وہ علم نافع ہے۔ حاصل یہ ہے کہ علم ظاہری کیساتھ علم باطن بھی حاصل کرے تاکہ علم کے ساتھ قلب بھی متصف ہو جاوے ورنہ اگر دل میں اسکا اثر نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی حجت ہو گا اور قیامت کے دن اس پر مواخذہ ہو گا کہ اس علم پر کیا عمل کیا اور بھی بہت سی روایات میں اس پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اسلئے میری درخواست ہے کہ مبلغین حضرات اپنی اصلاح ظاہر و باطن کی پہلے فکر کریں۔ مبادا ان وعیدوں میں داخل ہو جائیں۔
اللہ جل جلالہ، وعم نوالہ اپنی رحمت واسعہ کے طفیل اس سیہ کار کو بھی اصلاح ظاہر و باطن کی توفیق عطا فرماویں کہ اپنے سے زیادہ بد افعال کسی کو بھی نہیں پاتا۔ الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ الواسعۃ

فصل رابع

میں بھی ایک خاص و نہایت اہم امر کی طرف حضرات مبلغین کی توجہ کو مبذول کرانا مقصود ہے جو نہایت ہی اہم ہے۔ وہ یہ کہ تبلیغ میں بسا اوقات تھوڑی سی بے احتیاطی سے نفع کیساتھ نقصان بھی شامل ہو جاتا ہے اسلئے بہت ضروری ہے کہ احتیاط کے ہر پہلو کا لحاظ رکھا جاوے۔ بہت سے لوگ تبلیغ کے جوش میں اسکی پرواہ نہیں کرتے کہ ایک مسلمان کی پردہ دری ہو رہی ہے حالانکہ عرض مسلم ایک عظیم الشان و قیمتی شی ہے
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عن ابی ھریرۃ رض مرفوعاً من ستر علے مسلم سترہ اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واللہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیہ (رواہ مسلم وابوداؤد وغیرھما ترغیب) ترجمہ۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہ، دنیا اور آخرت میں اسکی پردہ پوشی فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد فرماتے ہیں جبتک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔
دوسری جگہ ارشاد ہے عن ابن عباس رض مرفوعاً من ستر عورۃ اخیہ ستر اللہ عورتہ یوم القیٰمۃ ومن کشف عورۃ اخیہ المسلم کشف اللہ عورتہ حتے یفضحہ بھا فی بیتہ (رواہ ابن ماجہ ترغیب) ترجمہ۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیگا جو شخص کسی مسلمان کی پردہ دری کرتا ہے اللہ جل شانہ اسکی پردہ دری فرماتا ہے حتیٰ کہ گھر بیٹھے اس کو رسوا کر دیتا ہے۔
الغرض بہت سی روایات میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے اس لیے مبلغین حضرات کو مسلمان

کی پردہ پوشی کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے۔ اور اس سے زیادہ بڑھ کر اسکی آبرو کی حفاظت ہے۔
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایسے وقت میں مسلمان کی مدد نہ کرے کہ اسکی آبرو ریزی ہو رہی ہو تو اللہ جل شانہٗ اسکی مدد سے ایسے وقت میں اعراض فرماتے ہیں جبکہ وہ مدد کا محتاج ہو
ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ بدترین سُود مسلمان کی آبروریزی ہے
اسی طرح سے بہت سی روایات میں مسلمان کی آبروریزی پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اسلئے بہت ضروری ہے کہ مبلغین حضرات اسکا بڑا اہتمام رکھیں کہ نہی عن المنکر میں اپنی طرف سے پردہ دری نہ ہو۔ جو منکر مخفی طور سے معلوم ہو اسپر مخفی انکار ہو۔ اور جو علانیہ کیا جائے اسپر علانیہ انکار ہونا چاہیئے۔ نیز انکار میں بھی اس کی آبرو کی حتی الوسع فکر رہنی چاہیئے۔ مبادا اسکی بربادی گناہ لازم کا مصداق ہو جاوے۔ حاصل یہ ہے کہ منکر پر انکار ضرور کیا جائے کہ سابقہ وعیدیں بھی بہت سخت ہیں مگر اسمیں اسکی آبرو کا بھی حتی الوسع سخت اہتمام کیا جائے جسکی صورت یہ ہے کہ جس معصیت کا وقوع علانیہ طور پر ہو رہا ہو۔ اس پر بے تکلف علانیہ انکار کیا جائے لیکن جس منکر کا کرنیوالے کی طرف سے افشا نہ ہوا اسپر انکار کرنے میں اپنی طرف سے کوئی ایسی صورت اختیار نہ فرمائی جائے جس سے اسکا افشا ہو
نیز یہ بھی آداب تبلیغ میں سے ہے کہ نرمی اختیار کیجائے۔ مامون الرشید خلیفہ کو کسی شخص نے سخت کلامی سے نصیحت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ نرمی سے کہو۔ اسلئے کہ اللہ جل شانہٗ نے تم سے بہتر یعنی حضرت موسیٰ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میرے سے زیادہ بُرے یعنی فرعون کیطرف بھیجا تھا تو فرمایا تھا قولا لہٗ قولا لینا یعنی تم اس سے نرم گفتگو کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کرے۔
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک جوان حاضر ہوا۔ اور درخواست کی کہ مجھے زنا کی اجازت دیدیجئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اسکی تاب نہ لاسکے اور ناراض ہونا شروع فرمادیا۔ حضور نے اس سائل سے فرمایا قریب ہو جاؤ۔ اور پھر فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ کوئی تیری ماں کیساتھ زنا کرے۔ کہا میں آپ پر قربان ہوں یہ میں ہرگز نہیں چاہتا۔ فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ انکی ماؤں کے ساتھ زنا کیا جائے۔ پھر فرمایا۔ کیا تو پسند کرتا ہے کہ کوئی تیری بیٹی سے زنا کرے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہوں نہیں چاہتا۔ فرمایا۔ اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ انکی بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا جائے۔ غرض اسی طرح بہن خالہ پھوپی کو پوچھکر حضور نے دست مبارک اس شخص کے سینہ پر رکھ کر دعا فرمائی۔ کہ یا اللہ اسکے دل کو پاک کر اور گناہ کو معاف فرما اور شرمگاہ کو معصیت سے محفوظ فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اسکے بعد سے زنا کی برابر کوئی چیز اس شخص کے نزدیک

مبغوض نہ تھی۔ بالجملہ دعا سے دوا سے نصیحت سے نرمی سے یہ تصور کر کے سمجھائیے کہ میں اس جگہ ہوتا تو میں اپنے لئے کیا صورت پسند کرتا کہ لوگ مجھکو اس صورت سے نصیحت کریں۔

فصلِ خامسؔ

میں بھی مبلغین کی خدمت میں ایک ضروری درخواست ہے وہ یہ کہ اپنی ہر تقریر و تحریر کو خلوص و اخلاص کے ساتھ متصف فرمائیں۔ کیونکہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی دینی اور دنیوی ثمرات کے اعتبار سے بہت بڑھا ہوا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا میں اسکا کوئی اثر نہ آخرت میں کوئی اجر۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ ان اللہ لاینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم (مشکوٰۃ عن مسلم) ترجمہ: حق تعالیٰ شانہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے حضورؐ نے فرمایا کہ اخلاص۔ ترغیب نے مختلف روایات میں یہ مضمون ذکر کیا۔

نیز ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت معاذؓ کو جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن میں حاکم بنا کر بھیجا تو انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرما دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ دین میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص انہیں کے لئے کیا گیا ہو۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔ قال اللہ تعالیٰ انا اغنی الشرکاء عن الشرک من عمل عملاً اشرک فیہ معی غیری ترکتہ وشرکہ وفی روایۃ فانا منہ بریٔ فھو للذی عملہ (مشکوٰۃ عن مسلم) ترجمہ: حق سبحانہ وتقدس کا ارشاد ہے کہ میں سب شرکاء میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہوں یعنی دنیا کے شرکاء شرکت کے محتاج اور شرکت پر راضی ہوتے ہیں اور میں خلاق علی الاطلاق ہوں بے پرواہوں عبادت میں غیر کی شرکت سے بیزار ہوں۔ جو شخص کوئی عمل ایسا کرے جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کرلے میں اسکو اسکے شریک کے حوالہ کر دیتا ہوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں اس سے بری ہو جاتا ہوں۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن میدانِ حشر میں ایک منادی بآواز بلند کہیگا

کہ جس شخص نے کسی عمل میں دوسرے کو شریک کیا ہو وہ اس کا ثواب اور بدلہ اسی سے مانگے
اللہ تعالیٰ سب شرکاء میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے من صلی یرائی فقد اشرک ومن صام یرائی فقد اشرک ومن تصدق یرائی فقد اشرک (مشکوٰۃ عن احمد) ترجمہ:۔ جو شخص ریاکاری سے نماز پڑھتا ہو وہ مشرک ہوجاتا ہے۔ اور جو شخص ریاکاری سے روزہ رکھتا ہے وہ مشرک ہوجاتا ہے۔ جو شخص ریاکاری سے صدقہ دیتا ہے وہ مشرک ہوجاتا ہے۔ مشرک ہوجانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو جن کے دکھلانے کیلئے یہ اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیتا ہے۔ اس حالت میں یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں سمجھے جاتے ہیں بلکہ ان لوگوں کے لئے بنجاتے ہیں جن کو دکھلانے کے لئے کیے جاتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے۔ ان اول الناس یقضی علیه یوم القیمۃ رجل استشهد فاتی به فعرفه نعمه فعرفها فقال فما عملت فیها قال قاتلت فیك حتی استشهدت قال كذبت ولكنك قاتلت لان یقال جری فقد قیل ثم امر به فسحب علی وجهه حتی القی فی النار ورجل تعلم العلم وعلمه وقرأ القرآن فاتی به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فیها قال تعلمت العلم وعلمته وقرأت فیك القرآن قال كذبت ولكنك تعلمت العلم لیقال انك عالم وقرأت القرآن لیقال هو قاری فقد قیل ثم امر به فسحب علی وجهه حتی القی فی النار ورجل وسع الله علیه واعطاه من اصناف المال كله فاتی به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فیها قال ما تركت من سبیل تحب ان ینفق فیها الا انفقت فیها لك قال كذبت ولكنك فعلت لیقال هو جواد فقد قیل ثم امر به فسحب علی وجهه ثم القی فی النار (مشکوٰۃ عن مسلم) ترجمہ:۔ قیامت کے دن جن لوگوں کا اول وہلہ میں فیصلہ سنایا جاویگا انمیں سے ایک وہ شہید بھی ہوگا جسکو بلاکر اولاً اللہ تعالیٰ اپنی اس نعمت کا اظہار فرمائینگے جو اسپر کیگئی تھی وہ اس کو پہچانیگا اور اقرار کریگا۔ اسکے بعد سوال کیا جاویگا کہ اس نعمت سے کیا کام لیا۔ وہ کہیگا کہ تیری رضا کے لئے جہاد کیا حتی کہ شہید ہوگیا۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اسلئے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں گے سو کہا جاچکا اور جس غرض کیلئے جہاد کیا گیا تھا وہ حاصل ہوچکی۔ اس کے بعد اسکو حکم سنا دیا جاویگا اور وہ منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینکدیا جائے گا۔

دوسرے وہ عالم بھی ہوگا جس نے علم پڑھا اور پڑھایا اور قرآن پاک حاصل کیا۔ اسکو بلاکر اسپر

جو انعامات دنیا میں کئے گئے تھے اُنکا اظہار کیا جاویگا۔ اور وہ اقرار کریگا۔ اسکے بعد اس سے بھی پوچھا جائیگا کہ ان نعمتوں میں کیا کیا کام کئے۔ وہ عرض کریگا کہ تیری رضا کیلئے علم پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا۔ قرآن پاک تیری رضا کیلئے حاصل کیا۔ جواب ملیگا جھوٹ بولتا ہے تو نے علم اسلئے پڑھا تھا کہ لوگ عالم کہیں اور قرآن اسلئے حاصل کیا تھا کہ لوگ قاری کہیں سو کہا جا چکا (اور جو غرض پڑھنے پڑھانے کی تھی وہ پوری ہو چکی) اس کے بعد اسکو بھی حکم سنا دیا جاویگا۔ اور وہ بھی مُنہ کے بل کھینچکر جہنم میں پھینکدیا جاوے گا۔

تیسرے وہ مالدار بھی ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ نے وسعتِ رزق عطا فرمائی اور ہر قسم کا مال مرحمت فرمایا، بلایا جائیگا اور اس سے ان نعمتوں کے اظہار اور اُنکے اقرار کے بعد پوچھا جائیگا کہ ان انعامات میں کیا کارگذاری کی ہے۔ وہ عرض کریگا کہ کوئی مصرفِ خیر ایسا نہیں جسمیں خرچ کرنا تیری رضا کا سبب ہو اور میں نے اُس میں خرچ نہ کیا ہو۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے۔ یہ سب اسلئے کیا گیا کہ لوگ فیاض کہیں سو کہا جا چکا۔ اسکو بھی حکم کے موافق کھینچکر جہنم میں پھینکدیا جائیگا۔

لہٰذا بہت ہی اہم اور ضروری ہے کہ مبلغین حضرات اپنی ساری کارگذاری میں اللہ کی رضا، اُسکے دین کی اشاعت، نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع مقصود رکھیں شہرت عزت تعریف کو ذرا بھی دل میں جگہ نہ دیں۔ اگر خیال بھی آجائے تو لاحول و استغفار سے اسکی اصلاح فرمالیں۔ اللہ جل شانہٗ اپنے لطف اور اپنے محبوب کے صدقے اور محبوب کے پاک کلام کی برکت سے مجھ سیاہ کار کو بھی اخلاص کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ناظرین کو بھی۔ آمین۔

فصل سادس

میں عامہ مبلغین کو ایک خاص امر کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ وہ یہ کہ اس زمانہ میں علماء کیطرف سے بدگمانی بے توجہی نہیں بلکہ مقابلہ اور تحقیر کی صورتیں بالعموم اختیار کیجا رہی ہیں۔ یہ امر دین کے لحاظ سے نہایت ہی سخت خطرناک ہے۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ دنیا کی ہر جماعت میں جس طرح اچھوں میں بُرے بھی ہوتے ہیں۔ علماء کی جماعت میں بھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ جھوٹے سچوں میں شامل ہیں اور علماء سوء علماء رشد میں مخلوط ہیں مگر پھر بھی ۲ دو امر بیحد لحاظ کے قابل ہیں۔

اوّل یہ کہ جبتک کسی شخص کا علماء سوء میں سے ہونا محقق نہ ہو جائے اسپر ہرگز کوئی حکم نہ لگا دینا چاہیئے۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔

ترجمہ:- اور جس بات کی تجھکو تحقیق نہ ہو اس پر عملدرآمد نہ کیا کر کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی (بیان القرآن) اور شخص اس بدگمانی پر کہ کہنے والا شاید علماء سوء میں ہو اس کی بات کا بلا تحقیق رد کر دینا اور بھی زیادہ ظلم ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسمیں اسقدر احتیاط فرمائی ہو کہ یہود توراۃ کے مضامین کو عربی میں نقل کر کے سُناتے تھے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ نہ انکی تصدیق کیا کرو نہ تکذیب بلکہ یہ کہدیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہو سب پر ہمارا ایمان ہے۔ یعنی یہ کہ کافروں کی نقل کے متعلق بھی بلا تحقیق تصدیق و تکذیب سے روکدیا لیکن ہم لوگوں کی یہ حالت ہو کہ جب کوئی شخص کسی قسم کی بات ہماری رائے کے خلاف کہتا ہو تو اسکی بات کی وقعت گرانے کیلئے کہنے والے کی ذات پر حملے کئے جاتے ہیں۔ گو اُس کا اہلِ حق ہونا بھی محقق ہو۔

دوسرا ضروری امر یہ ہو کہ علمائے حقانی، علماء رشد، علمائے خیر بھی بشریت سے خالی نہیں ہوتے معصوم ہونا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان ہو۔ اسلئے انکی لغزشوں انکی کوتاہیوں اُنکے قصوروں کی ذمہ داری انہیں پر عائد ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اُنکا معاملہ ہو سزا دیں یا معاف فرمادیں بلکہ اغلب یہ ہو کہ ان کی لغزشیں انشاء اللہ تعالیٰ معاف ہی ہوجاوینگی۔ اسلئے کہ کریم آقا اپنے اس غلام سے جو ذاتی کاروبار چھوڑ کر آقا کے کام میں مشغول ہوجائے اور ہمہ تن اسی میں لگا رہے اکثر تسامح اور درگذر کیا کرتا ہے۔ پھر اللہ جل علا کی برابر تو کوئی کریم ہو ہی نہیں سکتا لیکن وہ بمقتضائے عدل گرفت بھی فرمائیں تو وہ اُنکا اپنا معاملہ ہے۔ ان امور کی وجہ سے علماء سے لوگوں کو بدگمان کرنا، نفرت دلانا، دُور رکھنے کی کوشش کرنا لوگوں کے لئے بددینی کا سبب ہے گا اور ایسا کرنے والوں کے لئے وبالِ عظیم ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ان من اجلال اللہ تعالیٰ اکرام ذی الشیبۃ المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیہ ولا الجافی عنہ واکرام ذی السلطان المقسط (ترغیب عن ابی داؤد) ترجمہ:- تینوں اصحاب ذیل کا اعزاز اللہ تعالیٰ کا اعزاز ہے ایک بوڑھا مسلمان۔ دوسرا وہ محافظ قرآن جو افراط تفریط سے خالی ہو۔ تیسرا منصف حاکم۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے لیس من امتی من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف عالمنا (ترغیب عن احمد الحاکم وغیرہما) ترجمہ:- وہ شخص جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے ہمارے بچوں پر رحم نہ کرے، ہمارے علماء کی قدر نہ کرے وہ ہماری اُمت میں سے نہیں ہے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے عن ابی امامۃ رضؓ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ثلث لا یستخف بہم الا منافق ذو الشیبۃ فی الاسلام و ذو العلم و امام مقسط۔ ترغیب عن الطبرانی، ترجمہ:۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو کہ تین شخص ایسے ہیں کہ انکو خفیف سمجھنے والا منافق ہی ہوسکتا ہو (نہ کہ مسلمان) وہ تین شخص یہ ہیں، ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا عالم، تیسرا منصف حاکم۔

بعض روایات میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہو کہ مجھو اپنی اُمت پر سب چیزوں سے زیادہ تین چیزوں کا خوف ہے، ایک یہ کہ اُن پر دنیاوی فتوحات زیادہ ہونے لگیں جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے حسد پیدا ہونے لگے۔ دوسرے یہ کہ قرآن شریف آپس میں اسقدر عام ہوجاوے کہ ہر شخص اسکا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے حالانکہ اسکے معانی اور مطالب بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جنکو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ بھی یوں کہتے ہیں کہ ہم اسپر یقین رکھتے ہیں سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہو (بیان القرآن) یعنی علم میں پختہ کار لوگ بھی تصدیق کے سوا آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتے۔ تو پھر عوام کو چون چرا کا کیا حق ہو۔ تیسرے یہ کہ علماء کی حق تلفی کیجاوے اور اُن کیساتھ لاپروائی کا معاملہ کیا جائے۔ ترغیب میں اس حدیث کو بروایت طبرانی ذکر کیا ہے اور اس قسم کی روایات بکثرت حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

جس قسم کے الفاظ اس زمانہ میں علماء اور علوم دینیہ کے متعلق اکثر استعمال کئے جاتے ہیں فتاویٰ عالمگیری میں ان میں سے اکثر الفاظ کو الفاظ کفریہ میں شمار کیا ہو۔ مگر لوگ اپنی ناواقفیت سے اس حکم سے غافل ہیں اسلئے نہایت ضروری ہو کہ اس قسم کے الفاظ بالعموم استعمال کرنیمیں بہت زیادہ احتیاط کیجائے بفرض اگر مان بھی لیا جاوے کہ علماء حقانی کا اسوقت وجود ہی نہیں ہا اور یہ سب جماعتیں جنپر علماء کا اطلاق کیا جاتا ہو علماء سوء ہی ہیں۔ تب بھی آپ حضرات کو صرف اُن علماء کو علماء سوء کہنے سے سبکدوشی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ ایسی حالت میں تمام دنیا پر یہ فرض عائد ہوجاتا ہو کہ علماء حقانی کی ایک جماعت پیدا کیجائے اُن کو علم سکھلایا جائے اسلئے کہ علماء کا وجود فرض کفایہ ہو۔ اگر ایک جماعت اسکے لئے موجود ہے تو یہ فرض سب سے ساقط ہے ورنہ تمام دنیا گنہگار ہے۔

ایک عام اشکال یہ کہا جاتا ہے کہ ان علماء کے اختلاف نے عوام کو تباہ و برباد کر دیا ہے ممکن ہو کہ کسی درجہ میں صحیح ہو۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ علماء کا یہ اختلاف آج کا نہیں سو بچاس برس کا نہیں خیر القرون بلکہ خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ہریرہ رضؓ کو اپنے نعلین شریف بطور علامت کے دیکر

اس اعلان کے لئے بھیجتے ہیں کہ جو شخص کلمہ گو ہو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ راستہ میں حضرت عمر رضؓ ملتے ہیں اور معاملہ پوچھتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ اپنے آپ کو حضورؐ کا قاصد بتاتے ہیں لیکن پھر بھی حضرت عمر رضؓ اس زور سے اُن کے سینہ پر دونوں ہاتھ مارتے ہیں کہ وہ بیچارے سُرینوں کے بل زمین پر گر پڑتے ہیں مگر نہ کوئی حضرت عمر رضؓ کے خلاف پوسٹر شائع ہوتا ہے نہ کوئی جلسہ ہو کر احتجاجی ریزولیوشن پاس ہوتا ہے

حضرات صحابۂ کرام رضؓ میں ہزاروں مسئلے مختلف فیہا ہیں اور ائمہ اربعہؒ کے یہاں تو شاید فقہ کی کوئی جزئی ہو جو مختلف فیہ نہ ہو۔ چار رکعت نماز میں نیت باندھنے سے سلام پھیرنے تک تقریباً دو سو ۲۰۰ مسئلے ائمہ اربعہ کے یہاں ایسے مختلف فیہ ہیں جو مجھ کوتاہ نظر کی نگاہ سے بھی گذر چکے ہیں اور اس سے زائد نہ معلوم کتنے ہونگے۔ مگر کبھی رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ دو تین مسئلوں کے سوا کانوں میں پڑی ہونگے۔ نہ اُنکے لئے اشتہارات پوسٹر شائع ہوئے ہونگے نہ جلسے اور مناظرے ہوتے دیکھے ہونگے۔ راز یہ ہے کہ عوام کے کان ان مسائل سے آشنا نہیں ہیں۔ علماء میں اختلاف رحمت ہے اور بدیہی امر ہے جب بھی کوئی عالم کسی شرعی دلیل سے کوئی فتوےٰ دیگا دوسرے کے نزدیک اگر وہ حجت صحیح نہیں تو وہ شرعاً اختلاف کرنے پر مجبور ہے۔ اگر اختلاف نہ کرے تو مداہن اور عاصی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ کام نہ کرنے کیلئے اس لچر اور پوچ عذر کو حیلہ بناتے ہیں ورنہ ہمیشہ اطباء میں اختلاف ہوتا ہے، وکلاء کی رائے میں اختلاف ہوتا ہے مگر کوئی شخص علاج کرانا نہیں چھوڑتا مقدمہ لڑانے سے نہیں رُکتا پھر کیا مصیبت ہے کہ دینی امور میں اختلاف علماء کو حیلہ بنایا جاتا ہے یقیناً سچے عمل کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ جس عالم کو وہ اچھا عالم سمجھتا ہے اس کے قول پر عمل کرے اور دوسروں پر لغو حملوں اور طعن و تشنیع سے باز رہے جس شخص کے ذہن کی رسائی دلائل کے سمجھنے اور ان میں ترجیح دینے تک نہیں ہے اس کا حق نہیں کہ ان میں دخل دے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ علم کو ایسے لوگوں سے نقل کرنا جو اسکے اہل نہ ہوں اسکو ضائع کرنا ہے مگر جہاں بددینی کی یہ حد ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات پر لب کشائی ہر شخص کا حق سمجھا جاتا ہو وہاں بیچارے علماء کا کیا شمار ہے جسقدر الزامات رکھے جائیں کم ہیں۔ ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون۔

فصل سابع

گویا چھٹی فصل کا تکملہ اور تتمہ ہے۔ اسمیں ناظرین کی خدمات عالیہ میں ایک اہم درخواست ہے،

وہ یہ کہ اللہ والوں کے ساتھ ارتباط، اُن کی خدمت میں کثرت سے حاضری دینی امور میں تقویت اور خیر و برکت کا سبب ہوتی ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الا ادلک علی ملاک ھذا الامر الذی تصیب بہ خیر الدنیا والاخرۃ علیک بمجالس اھل الذکر الحدیث (مشکوٰۃ ص۴۲۵)

ترجمہ:- کیا تجھے دین کی نہایت تقویت دینے والی چیز نہ بتاؤں جس سے تو دین و دنیا دونوں کی فلاح کو پہونچے وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنیوالوں کی مجلس ہے۔ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو اپنے کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے رطب اللسان رکھا کر۔

اس کی تحقیق بہت ضروری ہے کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں؟ اہل اللہ کی پہچان اتباع سنت ہے کہ حق سبحانہ وتقدس نے اپنے محبوب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اُمّت کی ہدایت کیلئے نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم ترجمہ:- آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبّت رکھتے ہو۔ تو تم لوگ میرا اتباع کرو۔ خدا تعالیٰ تم سے محبّت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں (بیان القرآن)

لہٰذا جو شخص نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع ہو وہ حقیقۃً اللہ والا ہے اور جو شخص اتباعِ سنت سے جسقدر دور ہو وہ قرب الٰہی سے بھی اسیقدر دور ہے۔

مفسّرین نے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبّت کا دعویٰ کرے اور سُنّت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے۔ اسلئے کہ قاعدۂ محبّت اور قانون عشق ہے کہ جس کسی کو محبّت ہوتی ہے اس کے گھر سے، در و دیوار سے، صحن سے، باغ سے، حتیٰ کہ اسکے کتّے سے، اس کے گدھے سے محبّت ہوتی ہے ؎

امر علی الدیار دیار لیلیٰ　　اقبل ذا الجدار وذا الجدارا
وما حب الدیار شغفن قلبی　　ولکن حب من سکن الدیارا

ترجمہ:- کہتا ہے۔ کہ میں لیلیٰ کے شہر پر گذرتا ہوں تو اس دیوار کو اور اُس دیوار کو پیار کرتا ہوں۔ کچھ شہروں کی محبّت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہے بلکہ ان لوگوں کی محبّت کی کارفرمائی ہے جو شہروں کے رہنے والے ہیں۔

دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

تعصی الالٰہ وانت تظہر حبہ — وھذا لعمری فی الفعال بدیع
لوکان حبک صادقا لاطعتہ — ان المحب لمن یحب مطیع

ترجمہ:- تو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اسکی نافرمانی کرتا ہو- اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو کبھی نافرمانی نہ کرتا اسلئے کہ عاشق ہمیشہ معشوق کا تابعدار ہوتا ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری تمام اُمت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کردیا صحابہؓ نے عرض کیا کہ "جس نے انکار کردیا سے کیا مراد ہے"، آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص میری اطاعت کریگا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو نافرمانی کریگا وہ انکار کرنیوالا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اسوقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا کہ اسکی خواہش اس دین کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لیکر آیا ہوں (مشکوٰۃ)

حیرت کی بات ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی کے دعویدار اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت سے بے بہرہ ہیں کسی بات کو اُن مدعیوں کے سامنے یہ کہدینا کہ سنت کے خلاف ہے حضورؐ کے طریقہ کے خلاف ہے، گویا بر بھی مار دینا ہے ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پیمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے خلاف جو شخص بھی کوئی راستہ اختیار کریگا کبھی بھی منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکتا۔

بالجملہ اس تحقیق کے بعد کہ یہ شخص اللہ والوں میں سے ہے اسکے ساتھ ربط کا بڑھانا اس کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہونا، اس کے علوم سے منتفع ہونا دین کی ترقی کا سبب ہے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا امر بھی ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد عالی ہے کہ جب تم جنت کے باغوں میں گذرا کرو تو کچھ حاصل بھی کرلیا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ جنت کے باغ کیا چیز ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس

دوسری حدیث میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ علماء کی خدمت میں بیٹھنے کو ضروری سمجھو اور حکماء اُمت کے ارشادات کو غور سے سنا کرو کہ حق تعالیٰ شانہٗ حکمت کے نور سے مُردہ دلوں کو ایسے زندہ فرماتے ہیں جیسے کہ مردہ زمین کو موسلا دھار بارش سے- اور حکماء دین کے جاننے والے ہی ہیں نہ کہ دوسرے اشخاص۔

ایک اور حدیث میں وارد ہو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ بہترین ہمنشین

ہم لوگوں کیواسطے کون شخص ہے حضورؐ نے فرمایا کہ جس کے دیکھنے سے اللہ کی یاد پیدا ہو جسکی بات سے علم میں ترقی ہو۔ جسکے عمل سے آخرت یاد آجائے، ترغیب میں ان روایات کو ذکر کیا ہے۔
ایک حدیث میں ہے اللہ کے بہترین بندے وہ لوگ ہیں جنکو دیکھکر خدا یاد آجائے۔ خود حق سبحانۂ وتقدس کا ارشاد ہے یاآیہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔
ترجمہ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو (بیان القرآن)
مفسرین نے لکھا ہے کہ سچوں سے مراد اس جگہ مشائخ صوفیہ ہیں۔ جب کوئی شخص انکی جوکھٹ کے خدام میں داخل ہو جاتا ہے تو ان کی تربیت اور قوتِ ولایت کی بدولت بڑے بڑے مراتب تک ترقی کر جاتا ہے۔
شیخ اکبرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تیرے کام دوسرے کی مرضی کے تابع نہیں ہوتے تو تو کبھی بھی اپنے نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کرسکتا۔ گو عمر بھر مجاہدے کرتا رہے۔ لہٰذا جب بھی تجھے کوئی ایسا شخص ملے جس کا احترام تیرے دل میں ہو، اسکی خدمت گذاری کر، اور اسکے سامنے مردہ بنکر رہ، کہ وہ تجھ میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ اور تیری اپنی کوئی بھی خواہش نہ رہے اُسکے حکم کی تعمیل میں جلدی کر اور جس چیز سے روکے اُس سے احتراز کر، اگر پیشہ کرنیکا حکم کرے پیشہ کر۔ مگر اسکے حکم سے نہ کہ اپنی رائے سے، بیٹھ جانے کا حکم کرے تو بیٹھ جا، لہٰذا ضروری ہے کہ شیخ کامل کی تلاش میں سعی کرتا کہ تیری ذات کو اللہ سے ملا دے۔"
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتی ہو تو ملائکہ اُسکو گھیر لیتے ہیں۔ رحمت انکو ڈھانپ لیتی ہے۔ اللہ حق سبحانہ وتقدس اپنی پاک مجلس میں ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک ذلیل بندہ کے واسطے اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہوسکتی ہے کہ محبوب کی مجلس میں اس کا ذکر ہو۔
ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کی یاد کرنیوالی جماعت کے لوگوں کو جو اخلاص سے اللہ کو یاد کر رہے ہوں، ایک پکارنے والا آواز دیتا ہے کہ اللہ نے تمہاری مغفرت کردی اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔
دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں اس کے رسول پر درود نہیں، اُس مجلس والوں کو قیامت کے دن حسرت ہوگی۔
حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہے کہ یا اللہ اگر تو مجھے ذاکرین کی مجلس سے گذر کر

غافلین کی مجلس میں جاتا ہوا دیکھے تو میرے پاؤں توڑ دے ؎

جب اس کی صوت وصورت سی ہے محرومی تو بہتر ہے
مرے کانوں کا کر ہونا اور آنکھیں کور ہوجانی

حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہو وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسی چمکتی ہیں جیسے کہ زمین والوں کے نزدیک ستارے۔

حضرت ابوہریرہ رض ایک مرتبہ بازار میں تشریف لیگئے اور لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم لوگ یہاں بیٹھے ہو۔ اور مسجد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہورہی ہے۔ لوگ دوڑے ہوئے آئے۔ وہاں کچھ بھی تقسیم نہ ہورہا تھا۔ واپس جاکر عرض کیا کہ وہاں تو کچھ بھی نہیں ابوہریرہ رض نے پوچھا کہ آخر کیا ہورہا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ چند لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت میں۔ انہوں نے کہا کہ یہی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔

امام غزالی رح نے اس نوع کی روایات بکثرت ذکر فرمائی ہیں۔ اس سب سے بڑھکر یہ کہ خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے حکم ہے۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطاً

ترجمہ:۔ اور آپ، اپنے آپ کو ان لوگوں کیساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت محض اسکی رضا جوئی کیلئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پاویں۔ اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جسکے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے۔ اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔

متعدد روایات میں وارد ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہٗ کا اس پر شکر ادا فرمایا کرتے تھے کہ میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جن کی مجلس میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا مامور ہوں۔

اور اسی آیت شریفہ میں دوسری جماعت کا بھی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جنکے قلوب اللہ کی یاد سے غافل ہیں، اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں، حدود سے بڑھ جاتی ہیں ان کے اتباع سے روک دیا گیا ہے۔

اب وہ حضرات جو ہر قول وفعل میں دین و دنیا کے کاموں میں کفار وفساق کو مقتدا بنا

بناتے ہیں۔ مشرکین و نصاریٰ کے ہر قول و فعل پر سو جان سے نثار ہیں خود ہی غور فرمالیں
کہ کس راستے جارہے ہیں ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی — کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

مراد ما نصیحت بود کردیم!
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

وما علی الرسول الا البلاغ

ممتثل امر

محمد زکریا کاندھلوی

مقیم مظاہر علوم سہارنپور ۲۵ صفر سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق
۱۲ جون سنہ ۱۹۳۱ء شب دوشنبہ

کتنی ہر مضمون کے مناسب صحابہ اور بزرگوں کے قصے بھی
درج فرمائے۔ قیمت دس آنے (۱۰/)

فضائل قرآن مجید۔ یہ ان حدیثوں کا مجموعہ ہے جنمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی برکتیں فضیلتیں بیان فرمائی ہیں حفظ کرنے کرانے، پڑھنے پڑھانے اور اس سلسلہ کی کوشش و انتظامات جیسے جیسے درجے حاصل ہوتے ہیں انکو ارشاد فرمایا ہے۔ قیمت دس آنہ (۱۰/)

فضائل رمضان شریف۔ رمضان شریف کی برکتیں فضیلتیں خصوصیتیں معتبر حدیثوں سے جن سے معلوم ہوگا کہ رمضان شریف کیسا مہینہ اور عظیم الشان نعمت ہے اور ہم کیسی بیقدری کر رہے ہیں۔ بزرگان دین کے معمولات اور نعمت عظیمہ کی قدر دانی کے حالات اور رات دن کے مشغلے اور یہ کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے اور کب ہوتی ہے اسکے بارے میں مفصل اقوال اعتکاف کی فضیلت اسکا طریقہ تسبیح اور سورۂ انا انزلناہ کی تفسیر وغیرہ وغیرہ عجیب مضامین کا مجموعہ ہے۔ قیمت آٹھ آنہ (۸/)

اسلامی سیاست الاعتدال فی مراتب الرجال
شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کا اپنے ایک مخلص خادم شاگرد کے نام وہ مفصل و مبسوط خط جسمیں سیاسی مسائل حاضرہ متعلق حسب ذیل بات سوالوں کے جوابات انتہائی سنجیدگی اور متانت سے تحریر فرمائے گئے ہیں۔

نمبر ۱۔ حضرت تھانوی اور حضرت مدنی میں باوجود دونوں کے مخلص اور اہل اللہ ہونے کے اتنا شدید اختلاف کیوں ہے کیا مخلصوں اور دینداروں میں بھی ایسا اختلاف ہو سکتا ہے
نمبر ۲۔ تیرے نزدیک کون حق پر ہے اور ان مسائل میں تیری کیا رائے ہے
نمبر ۳۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کیا مرنا چاہئے تو کہیں تک کیوں نہیں ہوتا
نمبر ۴۔ مسلمان تباہ ہوتے جا رہے ہیں آخر انکو کیا کرنا چاہئے
نمبر ۵۔ اغراض آجکل زیادہ کام کر رہی ہیں۔ ہر شخص اپنی اغراض کے پیچھے چل رہا ہے۔
نمبر ۶۔ علماء کا وقار عمداً گرایا جا رہا ہے بے تکلف سب و شتم کیا جاتا ہے
نمبر ۷۔ علماء کے اختلاف سے بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔ قیمت ۳/

قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم۔ اس میں تعلیم کا شرف اسکی فضیلتیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ دین و دنیا میں سوائے تعلیم اور کسی ذریعے انسان کامیاب نہیں ہو سکتا۔ نیز نہایت تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں کیواسطے کونسی تعلیم دین و دنیا میں بہتر ہے اور رائج جبریہ تعلیم میں کن امور کا لحاظ ضروری ہے ۲/

کوکب دری (عربی) کامل یعنی حضرت گنگوہی کی تقریر ترمذی شریف۔ یہ مرجع عالم قطب ارشاد فخر المحدثین حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے بہا ارشادات کا مجموعہ ہے ۱۲/

بذل المجہود یعنی ابو داؤد شریف کی مشہور و معروف شرح از حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ جو ایک عرصہ سے نایاب ہے کامل سفید قسم اول ۵۰/ کامل بادامی

اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک از حضرت مولانا مولوی محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور جلد اول جلد ثانی جلد ثالث۔ قیمت جلد اول ۱۰/ دوم ۱۰/ سوم ۱۲/ جلد رابع زیر طبع۔

نوٹ۔ کاغذ کی نایابی کی وجہ سے جو کتاب اس وقت ختم ہو جاتی دوبارہ اشاعت مشکل ہو جاتی ہے، اسلئے شائقین جلد توجہ فرمائیں

فضائل تبلیغ۔ قیمت ۳/

ملنے کا پتہ
کتبخانہ یحیوی مظاہر علوم سہارنپور